اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

الحمد للہ والمنۃ کہ درین ایام میمنت فرجام کتاب القول الجدید فی اتباع التقلید
مصنفۂ علامۂ زمان فہامۂ دوران جناب مولانا محمد نور سوادی حنفی مذہبا قادری و نقشبندی
مشربا در مطبع گوپال پریس واقع ناگپور بحلیۂ انطباع در سنہ ۱۳۱۶ ہجری مطابق سنہ ۱۸۹۹ عیسوی محلی گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جزئیات مسائل جو روزمرہ پیش آیا کرتی ہین آیا وہ تمام بعینہا قرآن و حدیث مین موجود ہین یا نہین اول صریح البطلان ہے علاوہ ازین اگر تمام مسائل باشخاصہا قرآن و حدیث مین موجود ہوتے تو پھر صحابہ کے اجتہاد کی کیا وجہ. اور حضرت عمرؓ کا یہہ فرمانا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقبوض ہو گئے اور ابواب ربا کا مفصل حال بیان نہ فرما گئے کیا معنی رکہتا ہے اور صورت ثانی مین آیا ہمکو یہہ حکم ہے کہ جو مسائل قرآن و حدیث مین بالصراحۃ باشخاصہا بیان نہین ہین ہم اون مسائل مین سکوت اختیار کرین یا اونکی حلت کا حکم دین یا حرمت کا اعتقاد کرین یا یہہ کہ قواعد کلیہ مبینہ فی النصین سے اجتہاد کرکے اون جزئیات کا حکم نکالین اگر ثلاثہ اول ہے تو اوسکے واسطے صریح نص ہونی چاہئے اور وہ اب تک ثابت نہین خرابی اور بہی ہے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم اور حدیث لیلہا ونہارہا سوا مین ادہورنا تمام رہینگے اور تعجب ہے کہ پیشاب اور پاخانہ پہرنا تو بتایا جاوے اور حکم نہ بتایا جاوے اور نیز اجتہاد صحابہ کا کیا جواب ہوگا اور بصورت حلت و حرمت بہت سے مسائل مین کافۂ امت کا خلاف لازم آویگا اور صورت ثلاثہ کو حدیث معاذ ابن جبل بہی بالصراحۃ باطل کرتی ہے کیونکہ اوسمین نہ تو مطلقا سکوت ہے اور نہ حلت و نہ حرمت بلکہ چوتہا احتمال اجتہاد کا بیان ہے جسکی صاحب شریعت علی صاحبہا الف الف تحیت نے تصحیح فرمائی ہے اور جب احتمال اجتہاد متعین ہوا تو ہم اسقدر اور پوچہنا چاہتے ہین کہ آیا اجتہاد کیواسطے کسقدر مایۂ علم کی بہی ضرورت ہے یا نہین اگر نہین تو بس ہم اور تمام ہمارے ہم مشرب دل شاد رہے مفت ہی مجتہد ہو گئے لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ حدیث مذکور اور نیز بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ اجتہاد اوسوقت کرنا چاہئے جبکہ قرآن و حدیث مین مسئلہ موجود نہو اور یہ بات کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث مین نہین ہے تبہی معلوم ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث کا مطلب جانے اور تمام قرآن و حدیث مستحضر ہو ورنہ فقط دو حدیثین اور دو آیتوں کے معلوم ہونے سے ہمیشہ ہی اجتہاد کریگا پس جب اجتہاد کیواسطے علم قرآن و حدیث ضرور ہوا تو لازم آیا

جس سے قطعی ایک جانب متعین ہوجاوے کیونکہ مبنی اجتہاد کا ظن پر ہے اور ہر مجتہد کا اجتہاد مفید ظن کو
ہوگا تو ایسا کوئی امر نہین جس سے قطعیۃً خطا یا صواب معلوم ہو ہان اگر نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ
کا مخالف ہے تو یقینی غلط ہے گو اسمین ہمارا کلام نہین کیونکہ ہم تو اس اجتہاد مین کلام کرتے ہین کہ جس مسئلہ
کا حکم نصین مین موجود نہو تو ایسی حالت مین وہ اجتہاد نص قطعی کا مخالف نہین ہوسکتا البتہ ہر
مجتہد اپنے اجتہاد کو بظن غالب صحیح جانیگا اور احتمال خطا کا رہیگا اور دوسرے مجتہد کے اجتہاد کو خطا جانیگا
اور احتمال صواب کا رہیگا اب ہم پوچھتے ہین کہ باوجود احتمال خطا و صواب کے حکم مجتہد فیہ واجب العمل ہے یا نہین
اگر نہین ہے تو پہر وہی خرابی لازم آویگی جو جب سے پہلی صورت مین لازم آتی تہی علاوہ بریں یہ محنت اجتہاد
بالکل فضول و رائیگان جائیگی اور جب حکم مجتہد فیہ واجب العمل ہوا تو ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل لازم ہوگا
یا دوسرے پر بہی عمل جائز ہوگا ثانی باطل ہے کیونکہ وہ اپنے اجتہاد کو صحیح اور دوسرے کے اجتہاد کو غلط جانتا
ہے تو صحیح کو چہوڑ کر غلط پر عمل کرنا کب جایز ہوگا ہان اگر اپنے اجتہاد کی غلطی پر مطلع ہوجاے تو البتہ دوسرے
پر عمل کریگا یہ حال تو مجتہدین کا ہوا اب عوام کا حال کیا ہے آیا اپنے مجتہدین کے اجتہاد کے موافق مسائل پر
عمل کرین یا کچہ بہی نہ کرین ثانی صورت تو باطل ہے کیونکہ اہل علم و غیر اہل علم سب شریعت کو
مکلف ہین اور دوسری حدیث اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ اوسکو رد کرتی ہے تو ضرور ہوا کہ وہ مسایل
کو مجتہدین سے سوال کرین پہر اوسمین کسی مجتہد خاص کی تخصیص ہے یا نہین اول تو باطل ہے کیونکہ قرآن
شریف مین مطلق اہل ذکر سے سوال کا حکم ہے علی ہذا القیاس حدیث مین بہی مطلق سوال کو ارشاد فرمایا
ہے او صحابہ کے وقت مین بہی یہی حال تہا جب کسی مجتہد کی تخصیص نہین تو پہر بعض مجتہدین سے سوال موجب
عمل ہوگا اور اوسکی تصدیق ضروری ہوگی یا یہ کہ چند جگہ سوال کرکے پہر اوسمین راجح کو اختیار کرے یہ
صورت ثانی تو پہر تکلیف ما لا یطاق ہے اسواسطے کہ ایک مسئلہ کیواسطے تمام مجتہدین دہر یا وقت سے
سوال کرنا سے امر متعذر ہے علاوہ بریں خداوند کریم کا بہی یہ حکم نہین کہ تم لوگ سوال کرو علماء سے
اگر نہین جانتے ہو پہر اختیار کرو راجح علماء کے اقوال سے بلکہ مطلق اہل ذکر سے سوال ہے اور ان تمام امور کے
قطع نظر کرکے ترجیح کیواسطے بہی کیا تہوڑا علم درکار ہے تو یہ وجہ سے تکلیف ما لا یطاق ہے اور ایک
مسئلہ کا بہی سوال شاق ہے اور جس صورت مین ایک مجتہد سے بہی سوال کافی ہوا اور اوسکا قول واجب
العمل قرار پایا اور یہ پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ ہر مسئلہ مجتہد فیہا مین احتمال خطا و صواب کا ہے اور ہر
مجتہد موافق اپنے اصول کے اپنے اجتہاد کو صحیح جانتا ہے اور اجتہاد واجب العمل بہی ہے اور عوام کی نسبت

کہ جسقدر علوم موقوف علیہ علم قرآن و حدیث کے ہین اول اونکو جانے تب اجتہاد کر سکتا ہے ورنہ نہین پس جب
امر مسلم ہوا کہ مجتہد کو علم نصین اور اونکا موقوف علیہ ضروری ہے تو ہم اب کہتے ہین کہ اجتہاد کے واسطے
علم اصول بھی ضرور ہوگا مثل خاص عام مشترک مؤول وغیرہ اقسام کتاب کے اور یہہ کہ کون کسپر مقدم ہے
اور کون کسکا معارض بن سکتا ہے الی غیر ذلک اگر کوئی کہے کہ اجتہاد کیواسطے اصول کی کچھ ضرورت نہین
کیونکہ صحابہ اجتہاد کرتے تھے اور اصول نہین تھا تو جواب ہے کہ اصول ان الفاظ مستعملہ فی الاصول
کا نام نہین ہے کہ یہ شبہ وارد ہو بلکہ اون الفاظ کے مصادیق کا نام ہے جو پہلے سے موجود ہے کیا مشترک
مترادف عام خاص کلے پہلے موجود نہین تھا جب علم اصول مدون ہوا تب ہی سے انکا وجود ہوا نہین لفظ اسد
ولیث وغیرہ تو ہمیشہ سے ہے ہان اسکو مترادف مشترک کہنا یہ اصطلاح جدید ہے جیسے اسم فعل حرف قدیم
سے ہین ہان یہ اسما اصطلاح نحاۃ ہے علی ہذا تمام قواعد اصول پہلے ہی سے تھے البتہ یہ ترتیب اور اصطلاحات
جدیدہ ہین سوا اسکے اور کوئی نقصان نہین فقط نام رکھنے سے وہ شی جدید نہین بنتی کوئی یہ نہین
کہتا کہ فعل پہلے نہین تہا اور نحویون نے ایجاد کیا ہے اب ہم یہ کہتے ہین کہ جب ہمکو اجتہاد کا حکم ہوا تو آیا یہ
حکم تمام مسلمانون کو ہے یا خاص کو اول صورت تو تکلیف مالایطاق ہے جسکو لا یکلف اللہ نفسا الا
وسعہا باطل کرتا ہے اور نیز فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا
قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اوسکو رد کرتی ہے اور احادیث و عمل صحابہ اوسکو صاف طور سے
باطل کہتا ہے کیونکہ بعض صحابہ علم سیکہتے تہے اور بعض بیع و شرا مین مشغول رہتے تہے جسکی حدیث ابی ہریرہ
مصدق ہے اور نیز اگر تمام مسلمانون کو بقدر علم پڑہنا لازم ہو جائیگا تو بیع و شرا زراعت تمام سلسلہ
موقوف ہو جائینگے اور مرتبہ اجتہاد تو معلوم نہین کہ مدۃ العمر حاصل ہو یا نہو لیکن قبل حصول اوس مرتبہ کے
جزئیات کا کیا حال ہوگا اور جس شخص نے علم حاصل کر کے مرتبہ اجتہاد حاصل کیا تو اب ہم پوچھتے ہین کہ
مجتہد کا اجتہاد ہمیشہ صواب ہی ہوتا ہے یا خطا و صواب دونو کا احتمال رکھتا ہے اول تو باطل ہے کیونکہ اگر
ہمیشہ اجتہاد مجتہد کا صحیح ہوتا تو چاہئے تہا کہ کبھی مجتہدین کا خلاف نہ ہوتا اور ہر شخص کا اجتہاد ایک ہی حکم
بتاتا حالانکہ یہ نہین ہے اور دوسرا مستلزم ہے اجتماع ضدین یا نقیضین کو کیونکہ بعض اوقات حکم مجتہد
فیہ مین اجتماع ضدین یا نقیضین ہوتی ہے اور نیز حدیث مخطی کیواسطے ایک اجر اور مصیب
کے واسطے دو اجر مکذب اس احتمال کا ہے اور درصورت مجتہد کے مصیب اور مخطی ہونے کے آیا کوئی
ایسی صورت بھی ہے کہ جس سے یقینی خطا یا اصابت معلوم ہو سکے یا نہین کوئی دلیل ایسی نہین ہے

ت کی نماز بھی ادا نہین ہوگی چہ جائیکہ پانچون وقت اور یہہ بھی ظاہری
ع نہین ہوتی کیونکہ یہہ کیا معلوم ہی کہ ایک مجتہد نے اجتہاد سے سب
بلکہ ہو سکتا ہی کہ قراءۃ فاتحہ مین امام شافعی حق پر ہون اور رفع یدین و دیگر
ب ثواب کسطرح سے نماز درست ہوگی اور قطع نظر اس سے یہہ کہ اوسکا
لوم نہ ہو تو تمام محتملات پر عمل کرین بلکہ ظن غالب پر عمل کرنیکا حکم ہی جیسے مسئلہ
ہا فقط احتمال ثالث اور جب مجتہد معین کے قول پر عمل اسوجہ سے کیا کہ
اعتقاد مین عالی ہی تو ضرور اوس نے اپنی اجتہاد مین نہایت کوشش کی ہوگی
ر کے اجتہاد کیا ہوگا اور چونکہ ہم عوام مین ہمکو قرآن سمجھنے کی لیاقت نہ
لی طاقت ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اوس سے بحث نہ کرینگے بلکہ جب امام کا قول
عملم کے ظن غالب بھی کرینگے کہ یہہ حدیث کے موافق ہی جیسے کہ جب
ویطرف کہ حدیث اونکی دیکھتے مین تو یہہ گمان کرتے ہین کہ یہہ موضوع
یح ہوگی بس جسطرح امام بخاری کی تصدیق حدیث مین شرک فی النبوۃ نہین
سلیم کرنا بھی شرک فی النبوۃ نہ ہوگا اور جب کسی شخص مجتہد خاص کی نسبت
دین جان لیا ہو اور اوسکے اصول پر موقوف ہے علیہا اجتہاد بنا بر ظن غالب
ر لیا اور پہلے معلوم ہو چکا ہی کہ بعد اس اعتقاد کے اس مسئلہ پر عمل
ص تمام مسائل مین اوسکے موافق عمل کرے ورنہ اس اعتقاد کو توڑنا لازم
ت الدلیل والترجیح تو تھا ہی نہین کیونکہ اس مسئلہ مین مجتہد کو اسکا
سئلہ مین اوسکی دلیل قوی معلوم ہوئی تو اوسکے موافق عمل کیا بلکہ اسکا
بطلان اقوال مین سے اختیار کرنا از روئے اعتقاد و حسن ظن کی وجہ سے
ہا جو وہ حسن ظن جاتا رہا اور اوسکی طرف بدگمانی پیدا ہوئی کیونکہ مرجح تو
ین ہو سکتا اور جب اول کی طرف سے وہ حسن ظن نہ رہا تو اب جسکے موافق
سکتا کیونکہ وجہ ترجیح جاتی رہی تو مسئلہ اولی مین بھی موافق مجتہد ثانی
نے کی بابت مین اوس کا معتقد ہوا تو سب احکام مجتہد ثانی کو تسلیم کرے
ے حاصل یہ ہی کہ جب کسکا اجتہاد ہو تو وقت تہا تو تعہد خاص پر اور [illegible]

سب مجتہدین برابر ہین پس جسکو کسنے ایک مجتہد سے مسئلہ پوچھا یا کتاب مین دیکھا اور اوسکے بعد دوسرے
مجتہد کے خلاف معلوم ہوا یا کتاب مین دیکھتے وقت ایکہی مسئلہ مین چند مجتہدین کے اقوال لکھے
دیکھے تو کسپر عمل کرے اور اس زمانہ مین تو یہی آخر صورت پیش آتی ہی کیونکہ مجتہدین تو اب موجود
نہین اور صرف اونکی کتابین موجود ہین اونمین لکھا ہوا ہے کہ فلانے مجتہد نے تو حدیث سے اسکا یہ حکم
نکالا اور فلانے نے یہ چاہے وہ احادیث وہان لکھی ہون یا نہون تو اس صورت مین جو اصحاب ترجیح مین سے
نہین جو اونکو ترجیح دیوے اور اگر پہلے مرجحین کے اقوال کو دیکھے تو پہر ترجیح مختلف ہے ہر مجتہد کا معتقد اپنے
معتقد علیہ کے کلام کو ترجیح دیتا ہے علاوہ برین موافق بیان سابق کے کسی ترجیح یا اجتہاد کا قطعی
صحیح ہونا معلوم کرنا یہ خود امر محال ہی تو اب تین صورتین ہین یا تو عوام بالکل عمل نکرین یا سب پر عمل کرین
کبہی کسی کبہی کسی پر یا یہ کہ جس مجتہد کی طرف کثرت علم و فطانت و دقت فکر و کثرت حفظ و ضبط
احادیث و ورع کا خیال ہو اوسکے قول کو بمقتضا کہ یعرف الحق بالرجال جو عوام کے موافق ہی کسی ایک
کے قول کو قبول کرے پس اول صورت تو باطل ہی کیونکہ مسائل متفقہ تو بہت ہی اقل قلیل ہین اور متفقہ سے
مراد یہ کہ جسمین احادیث و اقوال صحابہ مختلف نہون تو اس صورت مین بالکل عوام سدی اور معطل
ہو جاینگے اور اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی کے مصداق بنینگے اور صورت ثانی بہی باتفاق نقل و عقل
باطل ہے کیونکہ باوجودیکہ صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اکثر مسائل مین مختلف تہے لیکن
قائل تہے وہ ہمیشہ بالجہر کرتے تہے جو مخالف تہے وہ ہمیشہ بالاخفا کرتے تہے یہہ نہین کہ کبہی جہرا
کبہی سرا اور عقلا بہی باطل ہی کیونکہ نفس الامر مین تو حق ایک ہی ہے اور یہہ تردد بوجہ عدم علم قطعی کی ہے
اور ان احتمالات کی جو بوجہ اجتہادات پیش آئے شارع کیطرف سے رخصت نہین کہ جسپر چاہو عمل کرو کیونکہ شارع
کا تو واقع مین ایک ہی حکم ہوگا تو پہر بدون دلیل قطعی ایک مختار کو چہوڑنا اور صبح کی نماز کو ظہر کیوقت
فاسد جاننا اور ظہر کی نماز کو عصر کیوقت یہ کسطرح ہو سکتا ہی اور اگر کوئی یون کہے کہ چونکہ حق بدلیل قطعی معلوم
نہین اور یہہ معلوم ہے کہ حق انہی احتمالات مین ہے اسوجہ سے ہم سب پر عمل کرتے ہین تاکہ یقینی حق پر عمل ہو جاوے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ یقینی حق پر عمل کرنیکے لئے یہ صورت نہین کہ ایک وقت ایک کے موافق نماز ادا ہو
دوسرے وقت دوسرے کا موافق کیونکہ جب ایک وقت کی نماز ایک کے موافق ادا کی تو یہہ نماز یقینی
صحیح نہین ہوئی کیونکہ یہہ قول یقینی حق نہ تہا علی ہذا القیاس ہر نماز ہان اگر ہر نماز کو ہر قول کے موافق
ادا کرے تب کہہ سکتے ہین کہ اسوقت کی ایک نماز یقینی صحیح ہوئی کیونکہ سب اقوال کے موافق ادا کی ہے

خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑہتے سنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ ہرگز اللہ الاحد نے اھد فرمایا نہ
امین وحی علیہ الصلوۃ والسلام نے اھد پہونچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اھد پڑہایا
پہر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فانا للہ وانا الیہ راجعون حاشا فتوائے متاخرین پروانہ بے پروائی نہیں باوصف
قدرت تعلم تعلم نکرنا اور بلاوجہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مصر و متمادی رہنا کون جائز کہیگا اتقان
شریف میں ہے من المہمات تجوید القرآن وھو اعطاء الحروف حقوقھا ورد الحروف الی
مخرجه واصله ولاشك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معاني القرآن واقامة حدوده
هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة من ائمة القراء
المتصلة بالحضرة النبوية وقد عد العلماء القراءة بغير تجويد لحنا۔ اور احسن الفتاوی
فتاوی بزازیہ وغیرہا میں ہے ان اللحن حرام بلاخلاف ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی
سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اوسکی تصحیح وتعلم میں اوسپر کوشش واجب بلکہ بہت علما نے اس سعی کی
کوئی حد مقرر نکی اور حکم دیا کہ ہمیشہ روز و شب سعی تصحیح کئے جائے کبہی اوسکے ترک میں معذور نہوگا علامہ
ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں یجب علیه بذل الجهد دائما فی تصحیح لسانه ولا یعذر فی ترکه قہستانی
طحطاوی وغیرہما میں ہے دائما آناء اللیل واطراف النہار اسیطرح اور کتب کثیرہ میں ہے تو کیونکر جائز کہ
عمدا سعی بالاتفاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نکریں بلکہ عمدا اوسے متروک ومہجور
اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اوسکی جگہ قایم کردیں فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالی لہ بعد اسکے کہ عرش
تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن اسم نظم ومعنے جمیعا بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنے ہے اور نظم
مؤلف من الحروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جزء قطعا مستلزم تبدیل کل کہ مؤلف من
مباین یقینا غیر ومباین مؤلف من مباین آخر ہے پہر نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف
کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائیگا لاجرم امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل بخاری وامام برہان الدین
محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہانتک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عمدا ضاد کی جگہ
ظا پڑہے کافر ہے اقول ولاحاجة الی الاستتار وما هو علی الغیب بضنین فان ههنا لیس
اقامة الظاء مقام الضاد لان المقام لیس مقام الضاد خاصة بل مقامهما
جمیعا لان اللفظ قرئ بهما فی القرآن فكان مثل صراط وسراط وبسطة
وبصطة ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباه ذلك بخلاف

کا قواعد اخر سے ہیں اور اکثر یہ قواعد آپس میں مخالف ہیں تو ایک مسئلہ میں مجتہد کا حق جاننا اس امر کو مستلزم ہی
کہ جو قواعد اوسکے موقوف علیہا ہوں اونکو بھی حق جانسے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کو حق تسلیم کرنا
مستلزم ہے کہ اوس مسئلہ کے قواعد ممہدہ مجتہد ثانی کو بھی حق تسلیم کرے تو ان مسائل کے تسلیم
کرنے سے لازم آتا ہے کہ ایک وقت میں قواعد مخالفہ تسلیم کرے وھو باطل کما تری اور جب
ہمکو تقلید مجتہد خاص کی لابد ہوئی تو ضرور ہوا کہ وہ ایسا مجتہد ہو کہ اوسکے مسائل مجتہد فیہا تمام ضروریات
کو متکفل ہوں ورنہ پھر وہی دقت لازم آویگی جو گذر چکی اور ایسے امام تو تمام عالم میں نہیں ہیں مگر چار
تو تقلید اونمین سے ایک ہی کی لازم ہوئی اور جو مسائل کہ قرآن و حدیث میں صراحتہ مذکور ہیں اور
جو نہیں ہیں اونمین فرق یہ نسبت اون لوگونکے ہے جو تفسیر و حدیث میں ماہر ہیں اما جو اونکے سوا
ہیں اونکو ہر صورت میں اہل علم سے پوچھنا ضرور ہے اور اونکی نسبت فرق نہیں اور مسئلہ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کرنا یعنی فلان اوسمین یہہ کہتا ہے اور قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شرک فی النبوۃ نہیں ہے چنانچہ تمام اہل حدیث کہتے ہیں قال ابن مسعود
قال عبد اللہ ابن عمر کذا بلکہ مسائل اجتہادیہ میں قال رسول اللہ تو کہنا ہی نہیں چاہیے کیونکہ
وہ ظنی الثبوت ہے امام ہی کی طرف نسبت کرنا اولے ہے لیکن جو فقہا اونکو حدیث و قرآن سے
نکالا ہے اور اوسکی مثال وہ ہی جو آپنے فرمایا ہے کہ لا تنزلوا علی حکم اللہ بل علی حکمہم
کیونکہ کیا معلوم ہے کہ تم وہی حکم دو گے جو حکم خدا کے نزدیک ہے اور نسبت حدیث کی ابی ہریرہ یا
ابن مسعود وغیرہ سے کیہ مطلب نہیں ہے کہ قائل اوس حدیث کے وہی ہیں بلکہ مطلب یہہ
کہ ناقل اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہہ لوگ ہیں اسطرح جب کوئی حکم صحابہ یا
مجتہد بتلاتے ہیں تو باعتبار بیان کے اونکی طرف نسبت کر دیتے ہیں ورنہ حقیقت میں وہ حکم
حدیث ہی سے ہے

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر محمد... کہتا ہے کہ
سب مسلمان بھائیوں کو جاننا چاہیے کہ اسقدر تجوید جسکے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس و تبدیل
سے احتراز حاصل ہو واجب عینیہ ہے اور اہم مہمات دینیہ سے ہی آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اوسکے
مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد و اہتمام لازم تاکہ قرآن مطابق ما انزل اللہ تعالی پڑہے نہ کہ معاذ اللہ
مداہنت و بے پرواہی کرے آجکل کے عوام تو یہاں تک کہ خیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کیا ہے فقیر کی بگوش